قسط یازدہم

آدھی صدی کا سفر

مکرم عرفان احمد خان صاحب۔ جرمنی

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کے مختصر دورہ جرمنی کا ایک بڑا فائدہ یہ ہوا کہ جرمنی کے مختلف شہروں میں رہائش پذیر وہ احمدی احباب جو انتظامی تقسیم میں فرانکفرٹ مشن کے ماتحت آتے تھے وہ حضور کی محبّت میں ملاقات کے لیے تشریف لاتے تو ان سے تعارف کا موقع میسر آیا۔ بون کے قریب St. Augustin میں مکرم سلیم احمد صاحب مع فیملی رہائش رکھتے تھے، ان کا تعلق کراچی سے تھا۔ بون میں چوہدری نصیر احمد صاحب تھے۔ وہ اپنا خاندانی تعلق چوہدری انور احمد کاہلوں صاحب کی فیملی سے بتایا کرتے تھے۔ پیشہ کے اعتبار سے انجینئر تھے۔ ان کا زیادہ وقت اقوام متحدہ کے تحت جاری پراجیکٹ پر گزرتا البتہ ان کی جرمن بیگم مستقل طور پر اپنے آبائی شہر بون میں رہائش رکھتی تھیں۔ Wurzburg میں خواجہ منیر احمد صاحب مع فیملی رہتے تھے۔ وہ مکرم خواجہ غلام نبی صاحب سابق ایڈیٹر روزنامہ الفضل کے صاحبزادے ہیں۔ ان کی بیگم محترمہ فضیلت خواجہ مکرم کیپٹن ملک خادم حسین صاحب سابق ناظر امور عامہ اور 'ربوہ' کتاب کے مصنف کی صاحبزادی ہیں۔

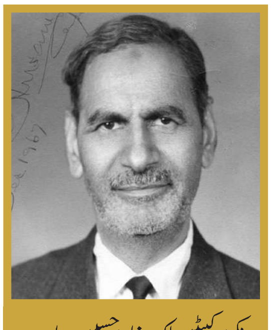

مکرم کیپٹن ملک خادم حسین صاحب

وہاں قریب ہی ایک شاہ دین صاحب مع فیملی رہائش پذیر تھے وہ جرمنی میں ہی احمدی ہوئے تھے۔ ان میں سے بیشتر اب اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں۔ اللہ ان کو جوار رحمت میں جگہ دے، آمین۔ مکرمہ فضیلت خواجہ صاحبہ حیات ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو صحت والی لمبی عمر عطا کرے، آمین۔

اس سال کے دوران مکرم محمد اسلم شاد صاحب، مکرم فضل الرحمٰن عامر صاحب، مکرم اسد اللہ طارق صاحب، مکرم راجہ منیر احمد صاحب، مکرم چوہدری مودود احمد صاحب، مکرم عبداللہ خان نیازی صاحب، سیالکوٹ کے علاقہ سے ذرا بڑی عمر کے چوہدری مبارک احمد صاحب اور چند دوست مستقل ٹھکانہ کے لئے جرمنی آئے تھے۔ ان سب کے آنے سے مشن ہاؤس کی رونق میں اضافہ ہوا۔ پھر خدمت گزار گھرانوں سے تعلق کی بنا پر انہوں نے جماعتی کاموں میں مشنری انچارج صاحب کا ہاتھ بٹانا شروع کیا۔ ان میں مبارک صاحب زمیندارانہ تمدن سے تعلق رکھتے تھے لیکن بہت سادہ، نیک دل، عبادت گزار اور دعا گو انسان تھے۔ اپنے شوق سے کافی قرآن حفظ کر رکھا تھا۔ مکرم

مکرم خواجہ منیر احمد صاحب

انوری صاحب ان سے نمازوں کی امامت بھی کرواتے۔ آفن باخ میں رہنے کے باوجود شدید سردی میں بڑی دور سے نماز تراویح پڑھانے نور مسجد میں آیا کرتے۔ جرمن زبان سیکھنا ان کے بس میں نہ تھا۔ وہ دو تین سال جرمنی میں رہ کر واپس پاکستان سدھار گئے۔ نوجوانوں کے درمیان رہائش پذیر تھے۔ وعظ و نصیحت اور عبادت کی طرف متوجہ کروانا ان کا روز کا معمول تھا۔ اس دوران کبھی تکرار ہو جاتی تو کبھی برا نہ مناتے۔ بڑے حوصلہ مند مخلص احمدی تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے، آمین۔

شعبہ تحریک جدید میں خدمت کا آغاز

جیسا کہ میں نے بتایا کہ جرمنی میں رہنے والے سب احمدی احباب انتظامی اعتبار سے دو مشن ہاؤسز کے ماتحت تھے۔ شمالی علاقہ ہیمبرگ مشن کے ماتحت تھا اور جرمنی کا باقی حصہ فرانکفرٹ مشن کے ماتحت تھا۔ نہ تو جماعتیں تھیں اور نہ ہی عہدیدار۔ البتہ فرانکفرٹ مشن میں مکرم مرزا محمود احمد صاحب شعبہ مال کے تمام امور سرانجام دیتے تھے

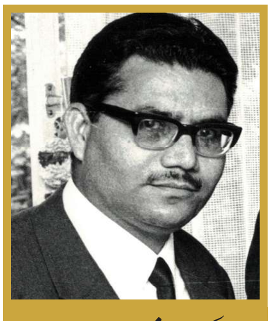

مکرم مرزا محمود احمد صاحب

اور ان کو سیکرٹری مال ہی پکارا جاتا تھا۔ وہ امریکن ہسپتال میں اکاؤنٹنٹ تھے۔ لاہور کے معروف احمدی خاندان سے ان کا تعلق تھا۔ پاکستان کے ابتدائی سالوں میں جب تک روزنامہ الفضل لاہور سے شائع ہوتا رہا مرزا محمود صاحب کے والد الفضل میں خوشنویس تھے۔ وہ ہر اتوار کو مشن ہاؤس میں آ کر شعبہ مال کا کام کرتے۔ ایک بڑا رجسٹر تھا جس پر رسید بک اور بنک میں آنے والی رقم کا اندراج کیا جاتا۔ اس سے پہلے وہ مسجد میں موجود چندہ بکس سب کے سامنے کھولتے۔ وہاں موجود دوستوں کے سامنے وہ رقم گنی جاتی، اس کی رسید کٹتی۔ اس زمانہ میں بہت سارے مسلمان نماز جمعہ کی ادائیگی کے لئے نور مسجد میں آیا کرتے تھے۔ بعض مسلم سیاح بھی نماز جمعہ پر آ جاتے۔ چند کاروباری افراد جو اکثر فرانکفرٹ آیا کرتے وہ بھی نماز جمعہ نور مسجد میں ادا کرتے۔ ان

میں ایک ترکی کے ابراہیم بدر صاحب تھے۔ وہ جب بھی جمعہ کے روز فرانکفرٹ میں ہوتے نورمسجد میں جمعہ ادا کرتے۔ وہ جس ٹیکسی پر آتے وہ باہر ان کے انتظار میں رکی رہتی۔ جمعہ کی ادائیگی کے بعد وہ دوسو مارک چندہ بکس میں ڈالتے۔ جرمن عرب بینک کے ایک ڈائریکٹر عبدالمجید شومین بھی جمعہ کے روز اگر فرانکفرٹ میں ہوتے تو نماز جمعہ نورمسجد میں ادا کرتے اور کچھ رقم چندہ بکس کی نذر کرتے۔

ذکر ہو رہا تھا شعبہ مال کے طریق کار کا۔ مین رجسٹر کے علاوہ مدّات کی اپنی اپنی کاپیاں تھیں جن پر مین رجسٹر سے چندہ نقل کیا جاتا۔ پھر ان مدّات کی کاپیوں پر فہرستیں بنتیں۔ ٹوٹل چیک کیے جاتے۔ جب سب ٹوٹل میں تفریق نہ ہوتی تو فہرستیں مشنری انچارج اور سیکرٹری مال مرزا محمود احمد صاحب کے دستخطوں سے وکالت مال ثانی کو ارسال کر دی جاتیں۔ یہ اس وقت کا رائج Lengthy Procedure تھا۔ نومبر کے مہینہ میں جب تحریک جدید کے نئے سال کا اعلان ہوا تو حسب معمول وکالت مال ثانی نے اطلاع کے لیے لکھے جانے والے خط میں یہ بھی تحریر کیا کہ جرمنی میں جماعت کے دوستوں کی تعداد میں اضافہ ہوا ہے۔ چندہ عام میں بھی اضافہ ہے لیکن دوسرے چندہ جات کی وصولی کی طرف دھیان کم ہے۔ دوستوں کو تحریک کریں کہ وہ دیگر چندہ جات کی طرف بھی توجہ کریں۔ اس خط کے موصول ہونے پر مکرم انوری صاحب نے ایک اجلاس منعقد کیا اور مکرم مبارک مصلح الدین صاحب کا خط پڑھ کر سنایا اور حاضر احباب کو چندہ تحریک جدید میں شامل ہونے کے لئے وعدہ جات لکھوانے کی تحریک کی۔ ظاہر ہے سب لوگ تو اجلاس میں حاضر نہیں تھے، دوسرے لوگوں کے پاس مستقل روزگار نہیں تھا۔ اکثریت کے پاس تو ابھی ویزا بھی نہیں تھا۔ ٹورسٹ بن کر رہ رہے تھے۔ اس لئے جو وعدہ جات ہوئے مکرم انوری صاحب ان سے مطمئن نہیں تھے۔ بعد میں مکرم انوری صاحب نے مکرم مرزا محمود احمد صاحب سے مشورہ کیا اور وعدہ جات میں اضافہ اور سب دوستوں کو اس میں شامل کرنے کے لئے خاکسار کو سیکرٹری تحریک جدید مقرر کیا۔ صد سالہ جوبلی فنڈ کے اعلان کے بعد جرمنی میں یہ ذمہ داری بھی میرے سپرد ہوگئی۔ الحمد للہ کہ ان دونوں تحریکات میں بیرون از پاکستان جرمنی نے اوّل پوزیشن حاصل کی۔ مکرم مرزا محمود احمد صاحب نے مجھے کام سمجھایا اور یہ بھی کہا کہ میں آئندہ صرف مین رجسٹر پر اندراج کیا کروں گا۔ مدّات کی کاپیوں پر آپ نقل کریں گے اور فہرستیں بھی آپ بنائیں گے۔ مکرم مرزا محمود احمد صاحب کی خوشخطی خدا کی طرف سے ایک انمول تحفہ تھا۔ وہ کام بھی بہت صفائی سے کرتے تھے۔ ان کے ہاتھوں سے لکھی عبارت ہو یا روزنامچہ، دیکھ کر جی خوش ہو جاتا تھا۔ میں نے پہلے اپنے ہاتھ کی بنائی فہرستیں پیش کیں تو انہوں نے گویا ماتھا پیٹ لیا۔ فرمانے لگے "آپ اتنے بدخط ہیں مجھے اندازہ نہ تھا'' فہرستیں میں خود ہی بنا لیا کروں گا۔ آپ وعدہ جات لینے اور سال کے دوران ادائیگی کی یاددہانی کرواتے رہیں۔ یہ ذمہ داری 1988ء تک میرے پاس رہی۔ اس دوران جو بھی مالی تحریکات جاری ہوئیں ان کی ذمہ داری بھی خاکسار کے سپرد ہوتی رہی۔ دو یورپین سنٹر کے قیام کی تحریک۔ خدام الاحمدیہ کی طرف سے برازیل میں مسجد کی تعمیر کی تحریک منارۃ المسیح پر سنگِ مرمر لگوانے کی تحریک جو صرف جرمنی کے لئے تھی۔ علاوہ ازیں دو سال 1986-1987 سیکرٹری وقف جدید کی اضافی ذمہ داری بھی میرے سپرد رہی۔ ان ذمہ داریوں کو ادا کرنے میں مجھے مشنری صاحبان کی راہنمائی حاصل رہی۔ مکرم فضل الٰہی انوری صاحب اور مکرم نواب منصور احمد خان صاحب کا ہمیشہ ممنون رہوں گا جنہوں نے مجھ میں احساس ذمہ داری اور جماعتی کام کی اہمیت کو اجاگر کیا۔ صد سالہ جوبلی فنڈ کے حوالہ سے ایک دلچسپ مکالمہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کے ساتھ کرنے کا اتفاق ہوا جس کی روئیداد پھر کبھی سہی۔ 1974ء کے پُرآشوب حالات میں جرمنی کے احمدیوں کے احساسات اور اسائلم کا آغاز اور اس کی تفصیل آئندہ قسط میں۔

بقیہ از صفحہ 36

خدا نمائی کی یہ صفت حضرت میر محمود صاحب کے وجود میں بھی پنہاں تھی لیکن آپ اُس کا اظہار نہیں کرتے تھے بلکہ چھپاتے تھے۔ ایک واقعہ جو بے اختیاری میں اُن سے بیان ہو گیا، وہ ان کے اس شاگرد خاص نے بتایا جو میرے قریبی عزیز ہیں اور جامعہ میں استاد ہیں۔ کہتے ہیں کہ ایک بار ایک سیاستدان جو ریلوے کا وفاقی وزیر بھی تھا جامعہ میں آیا۔ جامعہ کے کچھ اساتذہ بھی حضرت میر محمود صاحب کے ساتھ اس مجلس میں شامل تھے۔ باتوں باتوں میں اُس نے یہ سوال کر دیا کہ حضرت مرزا صاحب کو ماننے کا فائدہ کیا ہے؟ تو میر صاحب نے فوراً فرمایا کہ حضرت مسیح موعودؑ کو ماننے سے خدا مل جاتا ہے اور وہ زندہ خدا سے ملاقات کرتا ہے۔ اُس نے کہا کہ کیا کوئی ایسا ہے بھی جس سے خدا کی ملاقات ہوئی ہو؟ تو میر صاحب نے بھرپور یقین، جلال اور جذباتی انداز میں فرمایا کہ ہاں اس مجلس میں بھی ایک ایسا شخص موجود ہے جس سے خدا ہمکلام ہوتا ہے۔ میر صاحب پر اُس وقت بےخودی اور جلال کی ایسی کیفیت طاری تھی کہ وہ شخص خاموش ہو گیا۔ مہمان کے جانے کے بعد اُس شاگرد نے میر صاحب سے پوچھا کہ میر صاحب اس مجلس میں وہ شخص کون تھا جس کا آپ نے ذکر کیا کہ اس سے خدا ہمکلام ہوتا ہے تو آپ نے اُس کو کندھے سے پکڑ کر کمرے سے دھکیلنے کے انداز میں کہا کہ ''چلو چلو تمہاری کلاس کا وقت ہو گیا ہے''۔

یہ شاید میر صاحب کی زندگی کا واحد واقعہ ہو جو میر صاحب کی زبان سے بے اختیاری میں ایسے الفاظ نکل گئے بلکہ خدا نے کہلوا دیئے تا لوگوں کو پتا چلے کہ یہ بھی میرا بندہ ہے اور یہ ہی مجھ سے پیار نہیں کرتا بلکہ مجھے بھی اس سے پیار ہے۔ ورنہ میر صاحب نے اپنی عاجزانہ اور منکسرانہ طبیعت کی وجہ سے کبھی نہیں بتانا تھا۔

وہ خدا اب بھی بناتا ہے جسے چاہے کلیم
اب بھی اُس سے بولتا ہے جس سے وہ کرتا ہے پیار